بیٹی اللہ کی رحمت
www.deeneislam.com
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم
ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

بیٹی اللہ کی رحمت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بیٹی اللہ کی رحمت

اور زندگی میں تقسیم جائیداد کا طریقہ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات أعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ له ومن یضلله فلا ھادی له، ونشھد أن لا اله إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لهٗ ونشھد أن سیدنا وسندنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولهٗ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وأصحابه وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیراً۔

اما بعد!

فَأعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡم۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿إِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انۡكَدَرَتۡ ۝ وَإِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۝ وَإِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۝ وَإِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝ وَإِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝ وإِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝ وَإِذَا الۡمَوۡءُدَةُ سُئِلَتۡ ۝ بِأَيِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۝ وَإِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۝ وَإِذَا الۡجَنَّةُ أُزۡلِفَتۡ ۝ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّآ أَحۡضَرَتۡ ۝﴾ (سورۃ التکویر)

تمہید

میرے قابل احترام بزرگو اور محترم خواتین! ہم لوگ یہاں پر صرف اپنی اصلاح کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں تاکہ یہاں پر ہم جو بات سنیں اور کہیں اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، جب ہم ان باتوں پر عمل کرتے چلے جائیں گے تو ہماری اصلاح ہوتی جائے گی، اور اصلاح کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق قوی ہوتا چلا جائے گا، اور یہی تعلق ہمارے دین و دنیا کی کامیابی کی بنیاد ہے۔

اس وقت جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، ان میں سے صرف ایک آیت کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں، اور اسی طرح اس موضوع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل کے اندر جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کی روشنی میں ایک بہت اہم کوتاہی عرض کرنا چاہتا ہوں، تاکہ اگر واقعۃً یہ کوتاہی ہمارے اندر پائی جاتی ہے تو ہم اس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

بیٹا اور بیٹی دونوں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو صنفوں میں پیدا فرمایا ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت، اور اس طرح پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، پھر کسی کو اللہ تعالیٰ نے صرف بیٹیاں عطا فرمائی ہیں، اور کسی کو صرف بیٹے عطا فرمائے ہیں، اور کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرمائے ہیں، اور کسی کو نہ بیٹے عطا فرمائے اور نہ بیٹیاں عطا فرمائی ہیں۔ یہ تقسیم بھی خالصۃً اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ اسی تقسیم کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا:

﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾

(الشوریٰ: ۴۹، ۵۰)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں عطا فرماتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے عطا فرماتے ہیں اور کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرمادیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بانجھ کر دیتے ہیں، اس کے ہاں نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی پیدا ہوتی ہے، لاکھ کوشش کرلے مگر اس کی اولاد ہی نہیں ہوتی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، جس کے لئے جو مناسب سمجھتے ہیں وہ اس کو عطا فرمادیتے ہیں۔ لڑکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور لڑکے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ لڑکوں کی بھی ضرورت ہے اور لڑکیوں کی بھی ضرورت ہے۔ مرد عورتوں کے محتاج ہیں اور عورتیں مردوں کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں ایک ایسا نظام قائم فرمایا ہے جس میں دونوں کی ضرورت ہے، اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں، اور دونوں کی تخلیق اور پیدائش اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، اس میں کسی کو ذرہ برابر بھی اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو وہ غلط کرتا ہے۔

بیٹے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار

اللہ تعالیٰ کی اس حکمت اور مصلحت کی روشنی میں جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو مسلمانوں میں بعض مسلمان آپ کو ایسے نظر آئیں گے کہ ان کے یہاں لڑکے کی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کی جاتی ہیں، اور جب لڑکا پیدا ہوجاتا ہے تو اس وقت بہت خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، اور بڑے زور و شور سے عزیزوں اور دوست و احباب کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے، اور خوشی میں مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے اور پھر بڑے اہتمام کے ساتھ شاندار طریقے سے اس کا عقیقہ کیا جاتا ہے اور ہر جگہ پر اس کی پیدائش کا تذکرہ ہوتا ہے، اور پھر اس کی پرورش کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، اگر وہ ذرا بھی بیمار ہوجائے تو فوراً ڈاکٹر صاحب کے پاس دوڑے جاتے ہیں، کبھی ہسپتال

جارہے ہیں، کبھی کسی حکیم کے پاس جارہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ زیادہ بیمار ہوجائے، اور کہیں مرنہ جائے۔

بیٹی کی پیدائش پر خوش نہ ہونا

اور اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوجائے تو وہاں کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا جاتا، اور نہ کسی سے تذکرہ کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے، اور اگر کوئی پوچھ بھی لے تو جلدی سے نہیں بتاتے، اگر بتاتے ہیں تو بہت آہستہ آواز میں بڑے دبے انداز میں بتاتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ لڑکی کی پیدائش پر کوئی خوشی نہیں، کوئی اظہارِ مسرّت نہیں، نہ مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے، نہ لڈو بانٹے جاتے ہیں، نہ عقیقہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اگر عقیقہ کرتے بھی ہیں تو بس جانور خرید کر اور اس کے گلے پر چھری پھیر کر کسی مدرسے میں پہنچا دیتے ہیں۔

بیٹی کی پیدائش پر بیوی سے ناراضگی

بلکہ بعض اوقات بچی کی پیدائش پر شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہوجاتا ہے، اور بیوی سے بولنا چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ آدمی کو اتنی سمجھ تو ہونی چاہئے کہ اس عورت کے اختیار میں کیا ہے؟ اس کے اختیار میں نہ لڑکا جننا ہے اور نہ لڑکی جننا ہے۔ اس کے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں، اور نہ تمہارے اختیار میں ہے، تم دونوں اس معاملے میں برابر ہو، بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مصلحت سے ہے اور وہی پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے لڑکا پیدا کرنا چاہا تو لڑکا پیدا ہوگیا، اس نے لڑکی پیدا کرنا چاہی تو لڑکی پیدا ہوگئی، لہٰذا بیوی پر ناراض ہونا اور اس سے بول چال بند کردینا کتنی زیادتی کی بات ہے، لیکن بعض مسلمان ایسے ہیں کہ اگر ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوجائے تو وہ بیوی سے ناراض ہوجاتے ہیں، دوست و احباب سے چھپے پھرتے ہیں کہ

کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ہم سے یہ نہ پوچھ لے کہ تمہارے گھر کس کی ولادت ہوئی ہے؟ تاکہ یہ بتانا نہ پڑے کہ ہمارے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

بیٹی کی پیدائش پر طلاق کی دھمکی

ایسے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں کہ جب کسی کے گھر ایک دو لڑکیاں پیدا ہوگئیں تو شوہر نے بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آئندہ تیرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو تجھے طلاق دیدونگا۔ (العیاذ باللہ) یہ کس قدر زیادتی کی بات ہے۔ بہرحال، مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو لڑکی کی پیدائش پر ناراض ہوتے ہیں، اس کو اپنے لئے معیوب سمجھتے ہیں اور ذلت کا باعث سمجھتے ہیں اور لڑکے کی پیدائش کو باعثِ عزت اور باعثِ فخر سمجھتے ہیں اور اس کی پیدائش پر بڑی خوشیاں مناتے ہیں، لڑکی کی پیدائش پر کوئی خوشی نہیں مناتے۔ کسی بھی مسلمان کا ایسا طرز عمل ناجائز ہے اور گناہ ہے اور درپردہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر ایک طرح سے اعتراض ہے۔

زمانہ جاہلیت میں کفّار کا طرز عمل

قرآن کریم نے یہ عمل کافروں کا بتایا ہے۔ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کفارِ عرب کے اندر یہ دستور تھا کہ جب ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو لڑکی کا باپ اس کی پیدائش کو اپنے لئے معیوب اور باعثِ ذلت سمجھتا تھا اور بچے کی ولادت سے چند روز پہلے ہی منظر سے غائب ہوجاتا تھا اور لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا تھا کہ معلوم نہیں کہ میرے گھر میں کیا پیدا ہو، پھر اگر لڑکا پیدا ہوجاتا تو وہ اس کو اپنے لئے باعثِ عزت سمجھتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوجاتی تو اس کو اپنے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث سمجھتا تھا، وہ یہ سوچتا کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی اور میں لوگوں کے سامنے ہوں گا تو کہیں میری ذلت اور رسوائی نہ ہوجائے، اس لئے وہ پہلے ہی چھپ جاتا تھا، اور لوگوں سے

ملنا جلنا چھوڑ دیتا تھا۔ اگر اس کو لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملتی تو پھر وہ سب کے سامنے آجاتا اور سب سے کہتا کہ میرے یہاں لڑکا ہوا ہے اور میں نے یہ نام رکھ دیا ہے۔

بیٹی کو زندہ دفن کرنا

پھر وہ لوگ اپنی جہالت میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ وہ لڑکی کی پیدائش کے بعد یہ سوچتے تھے کہ یا تو میں اس لڑکی کو زندہ رکھوں، اور جب تک یہ زندہ رہے اس وقت تک میں ذلیل و خوار رہوں، یا پھر میں اس کو قتل کردوں، یا اس کو ویسے ہی زندہ دفن کردوں (العیاذ باللہ) اور اس مصیبت سے اپنی جان چھڑاؤں، چنانچہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے، اور بعض لوگ پہلے اس کو جان سے مار دیتے، اور پھر اس کو مٹی میں دبادیتے تھے۔ لڑکیوں پر وہ اس قدر ظلم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم نے سورۃ نحل میں ان کے اس مذموم عمل کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾

(النحل:۵۸،۵۹)

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے، اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے، اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے، یا تو ذلّت کو قبول کر کے اس کو رہنے دے یا اس کو مٹی میں دبا دے، خوب سن لو کہ وہ بہت

برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

بیٹی کو باعثِ ذلّت سمجھنا

مفسّرین نے ان کے اس عمل کی کئی وجوہات لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ لڑکی کو اپنے لئے ذلت کا باعث سمجھتے تھے جبکہ بیٹا پیدا ہونے کو اپنے لئے عزّت کا باعث سمجھتے تھے۔ اس لئے بیٹی کو زندہ ہی دفن کردیا کرتے تھے۔ بعض مفسّرین نے یہ وجہ لکھی ہے کہ یہ لوگ درحقیقت لڑکی کو فقر و فاقہ کا سبب سمجھتے تھے کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو زندگی بھر اس کو دینا ہی پڑے گا، ساری عمر کما کر کھلانا پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔ اس لئے اس کو اپنے لئے ایک بوجھ سمجھتے تھے اور اس کو کھلانے پلانے کو اپنے لئے آفت ناگہانی سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے اس کو زندہ ہی دفن کردیا کرتے تھے، یا جان سے مار کر اس کو زمین میں دبادیا کرتے تھے۔

بیٹی اللہ کی اور بیٹا ہمارا

بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اور جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اپنے اس عقیدے کی بنیاد پر یہ سوچتا کہ بیٹیاں تو اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہیں اور بیٹے ہمارے ہوتے ہیں، لہٰذا اس لڑکی کو اللہ تعالیٰ تک پہنچادو، اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے لڑکی کو زندہ ہی دفن کردیتے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنی چاہئے۔ بہرحال، یہ عمل چاہے وہ ذلت کی وجہ سے کرتے تھے، یا فقر و فاقہ کے ڈر سے کرتے تھے، یا اس باطل اور غلط عقیدے کی بنیاد پر کرتے تھے کہ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور بیٹے ہمارے ہیں۔ تینوں صورتوں میں ان کا یہ فعل حرام اور ظلم اور ناجائز تھا۔

ایک عبرت آموز واقعہ

زمانہ جاہلیت میں بعض لوگوں نے اپنی دس دس بیٹیاں، بارہ بارہ بیٹیاں زندہ دفن کردی تھیں۔ چنانچہ حدیث میں ایک صاحب کا عجیب واقعہ آیا ہے کہ ایک صاحب مسلمان ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ حالت کفر میں انسان نے جتنے بھی گناہ کئے ہوں، اسلام لانے سے وہ سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ بہرحال، مسلمان ہونے کے بعد ان صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ جاہلیت کا واقعہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک بیٹی تھی، آہستہ آہستہ وہ بڑی ہوگئی، مگر مجھے اس کا زندہ رہنا گوارہ نہ ہوا، میں ایک دن اس کو اس کی ماں سے بہانہ کرکے لے گیا، میں نے اس سے کہا کہ چلو ذرا گھومنے چلتے ہیں، پھر میں اس کو جنگل لے گیا، وہاں پر میں نے پہلے سے ایک کنواں کھودا ہوا تھا، وہاں جاکر میں نے اس سے کہا کہ میں یہ کنواں کھودنا چاہتا ہوں تاکہ پانی حاصل ہوجائے۔ میں تمہیں نیچے اتارتا ہوں، تم ڈول میں مٹی بھرنا، میں اس کو اوپر کھینچ لیا کروں گا۔ چنانچہ اس بیٹی نے میرا کہنا مانا، اور وہ نیچے اتر گئی، لیکن جیسے ہی وہ نیچے اتری، میں نے اوپر سے مٹی ڈالنی شروع کردی۔ بیٹی نے کہا ابا! آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ مجھ پر مٹی گر رہی ہے، لیکن میں ایسا سنگدل تھا کہ مجھ پر اس کی کسی بات کا اثر نہ ہوا، اور میں برابر مٹی ڈالتا رہا، وہ مٹی پہلے اس کے گھٹنوں تک آئی، پھر پیٹ تک پھر گردن تک پھر بالآخر سر کے اوپر تک آگئی، یہاں تک کہ وہ زمین کے برابر ہوگئی، اور وہ بیٹی چیخ وپکار کرتی رہی، آخر اس کی چیخ وپکار بھی ختم ہوگئی اور میں اس طرح اس کو زندہ دفنا کر واپس آگیا۔

وہ صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، اور فرمایا کہ ہائے تم نے یہ کیا کیا؟ اس طرح بھی وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں کا یہ طرز عمل درست نہیں

اسی طرح آج جو مسلمان بچی کی پیدائش پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں، یا غصہ کا اظہار کرتے ہیں، یا اس کی پیدائش کو اپنے لئے باعثِ ذلت اور باعثِ عار سمجھتے ہیں، اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں، وہ غور کرلیں کہ ان کا یہ عمل کن لوگوں کے مشابہ ہے؟ یاد رکھئے! جس طرح بیٹا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اسی طرح بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دونوں کی پیدائش عین اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے، اسلام نے آکر اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا اس رسم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہونا چاہئے اور بیٹی کی پیدائش پر ہرگز نفرت یا غصہ کا اظہار نہ کرنا چاہئے، اور مسلمانوں کو اس سے باز رہنا چاہئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بچی کی پیدائش اللہ کی رحمت بتایا ہے اور اس کے ساتھ آپ نے جس مروّت، محبّت اور شفقت کا اظہار فرمایا ہے، اس میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت ہی شفقت اور محبّت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی چار بیٹیاں تھیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ ان میں سے تین بیٹیاں جنت البقیع میں ایک ہی جگہ پر آرام فرمارہی ہیں۔ اگر آپ جنّت البقیع میں بڑے دروازے سے داخل ہوں گے تو سامنے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کونے میں تینوں بیٹیاں آرام فرما ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک قول کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں آرام فرما ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ حجرہ شریف جس میں جالیاں لگی ہوئی ہیں،

اس میں ایک مزار نظر آتا ہے، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے بالکل برابر میں تھا، اور اب بھی وہ جگہ حجرہ شریف کے اندر ہی ہے، اس لئے بعض علماء نے اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ پہلی تینوں بیٹیوں کا انتقال جلدی ہوگیا تھا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپ کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ملتے، اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ اس قدر آپ شفقت اور محبّت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، آپ نے اپنے طرز عمل سے بیٹی کی عزت، اس کے ساتھ شفقت، اس کا احترام اور اس کے ساتھ محبّت کا بیمثال نمونہ قائم فرمایا، تاکہ ہم بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا سلوک آپ نے کر کے دکھایا۔

بیٹی کی پرورش، جنّت میں جانے کا ذریعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں، بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے:

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، یا تین بہنیں ہوں، اور وہ ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا معاملہ کرے، (ان کے وجود کو اپنے لئے ذلّت اور خواری کا باعث نہ سمجھے) تو اس کی بدولت وہ جنّت میں داخل ہوگا۔" (ترمذی)

ایک دوسری حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے زندگی گزارے (یعنی ان کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں وہ ادا کرے، ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان کے وجود کو اپنے لئے مصیبت اور باعثِ ذلت نہ سمجھے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔" (ترمذی، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، اور اس کو ان بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کا سابقہ پیش آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کو پالے اور ان کو تہذیب اور ادب سکھائے اور ان کے کھلانے پلانے اور دیگر ضروریات کے انتظام کی تکلیف پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کردیں گے۔ کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپ نے فرمایا دو بیٹیوں کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی ایک بیٹی ہو (تو کیا وہ اس ثواب عظیم سے محروم رہے گا؟) آپ نے فرمایا کہ جو

شخص ایک بیٹی کی اس طرح پرورش کرے گا، اس کے لئے بھی
جنّت ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

دیکھئے، یہ فضیلت اور ثواب بیٹوں کی پرورش پر بیان نہیں فرمایا، بلکہ بیٹیوں کی پرورش پر بیان فرمایا ہے۔ اس لئے ہمیں بیٹیوں کی پرورش خوشدلی سے کرنی چاہئے۔

بیٹی جہنّم سے بچنے کا ذریعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو
اور وہ اس کو صبر و تحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے
لئے جہنّم سے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصّہ منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس خاتون نے مجھ سے سوال کیا، اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا، وہ کھجور میں نے اس کو دیدی، اس اللہ کی بندی نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کے ہاتھ پر رکھ دیا، خود کچھ نہیں کھایا، حالانکہ خود اسے بھی ضرورت تھی، اس کے بعد وہ خاتون بچیوں کو لے کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اس خاتون کے آنے اور ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو دینے کا پورا واقعہ سنایا۔

آپ نے فرمایا کہ جس کو دو بچیوں کی پرورش کرنے کی نوبت آئے اور وہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے تو وہ بچیاں اس کو جہنم سے بچانے کے لئے پردہ بن جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت

دیکھئے، جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بھی بچیوں کی پرورش ہے، اور جہنم سے بچنے کا ذریعہ بھی بچیوں کی صحیح پرورش ہے۔ بلکہ ایک اور عظیم الشّان فضیلت ایک حدیث میں آئی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب شادی کے قابل ہوجائیں تو ان کی شادی کردے) تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی)

بیٹی کی پرورش پر تین فضیلتیں

تمام فضائل کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں دوزخ سے پناہ دیں گے، اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں جنّت عطا فرمائیں گے جو ان کا مقامِ رضا اور نعمتوں اور راحتوں کا مقام ہے، تیسری یہ کہ جنّت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمراہی نصیب ہوگی جو ساری کامیابیوں کا منتہا ہے۔ یہ تینوں فضیلتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے والوں کے لئے بیان فرمائی ہیں، تاکہ جن کے یہاں بچی پیدا ہو، وہ ہرگز اس کی پیدائش پر اظہارِ نفرت نہ کریں، اور اپنا دل ہرگز چھوٹا نہ کریں، اس کو اپنے لئے مصیبت نہ جانیں، اپنے لئے عار نہ سمجھیں، بلکہ صرف اللہ کی رضامندی کے لئے اس کی پرورش کریں، اور اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اس کی

پرورش کریں۔ اس طرح انشاء اللہ بیٹی اس کے لئے جنت میں جانے کا ذریعہ ہوگی، جہنم سے بچنے کے لئے آڑ ہوگی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں معیت کا ذریعہ بنے گی۔

لڑکی کی پیدائش پر زیادہ خوشی کا اظہار

ہمارے دین اسلام نے تو ہمیں یہ تعلیم دی ہے۔ لہٰذا اگر ہم بچی پر غصہ کریں یا ناراض ہوں، اور اپنے لئے اس کو ذلت کا باعث سمجھیں تو یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، یہ کافرانہ طریقہ ہے، اور مسلمانوں کے لئے کافرانہ طریقہ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ چونکہ لڑکیوں کی پیدائش پر دل تنگ کرنا اور اس کو رسوائی اور ذلت کا باعث سمجھنا کافرانہ طریقہ ہے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ لڑکی کی پیدائش پر لڑکے کی پیدائش کے مقابلے میں زیادہ خوشی کا اظہار کریں، تاکہ کافروں کی اس بدترین رسم کی تردید ہو، اور اس رسم کا خاتمہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں لڑکی کی پیدائش باعثِ اجر ہے اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اور جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اللہ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہر مسلمان کو اپنی بیٹیوں کی پرورش خوش دلی سے کرنی چاہئے۔

بیٹیوں کے حقوق

بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔ یہ وہ حقوق ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں سے چھین لئے گئے تھے، آج بھی ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی جاتی ہیں۔ اس لئے ان حقوق کو سمجھ لینا ضروری ہے، تاکہ ان میں کوتاہی نہ ہو۔

اولاد کے درمیان اظہارِ محبت میں برابری

زندگی میں کسی کو بیٹے سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اور کسی کو بیٹی سے زیادہ محبت ہوتی ہیں، زیادہ تر لوگوں کو بیٹے سے زیادہ اور بیٹی سے کم محبت ہوتی ہے۔ جہاں تک محبت کا معاملہ ہے، اس کا تعلق دل سے ہے، اس میں انسان کو اختیار نہیں، اس لئے اس میں انسان برابری کرنے کا بھی مکلّف نہیں۔ البتہ محبت کا اظہار اختیار میں ہے، اس کے اندر برابری کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ اظہارِ محبت میں بھی زیادتی کرتے ہیں، وہ بیٹے کو زیادہ پیار کرتے ہیں، بیٹے کو زیادہ چیز کھلاتے ہیں، اس کو زیادہ گھماتے پھراتے ہیں، اور بیٹی کو پوچھتے بھی نہیں ہے۔ اس طرح وہ اظہارِ محبت میں بیٹی کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، اور چونکہ یہ اظہارِ محبت اختیاری چیز ہے، اس لئے اس میں کمی بیشی کرنا غلط ہے۔ لہٰذا کبھی بھی کوئی باپ اپنی زبان سے یا کوئی ماں اپنے اختیار اور طرز عمل سے ایسا رویہ اختیار نہ کرے جس سے بچوں کو اندازہ ہو کہ ماں باپ کو فلاں سے زیادہ محبت ہے اور فلاں سے کم محبت ہے، ایسا نہ کریں۔ اگر ماں باپ ایسا کریں گے تو یہ ناانصافی ہوگی اور قیامت کے دن اس پر پکڑ ہوگی۔ لہٰذا اظہارِ محبت میں سب کے ساتھ یکساں معاملہ رکھنا ضروری ہے۔

اولاد کو دینے میں برابری

اور جس طرح اظہارِ محبت میں برابری کرنا ضروری ہے، اسی طرح ہدیہ اور تحفہ دینے میں بھی برابری کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا ماں باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان اگر پیسے تقسیم کریں، یا کپڑا تقسیم کریں، یا کھانے پینے کی کوئی چیز تقسیم کریں تو اس میں برابری کرنا ضروری ہے، اور لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا لڑکے کو دیں، یہ نہ کریں کہ لڑکے کو زیادہ دے دیں اور لڑکی کو کم دیں، یا لڑکی کو زیادہ دیدیں اور لڑکے کو کم دیں، بلکہ برابری کریں۔

یہ برابری کرنا اس صورت میں ضروری ہے جب ماں باپ ضرورت سے زائد اور خوشی کے مواقع پر اولاد کے درمیان کچھ تقسیم کریں، جیسے عید کے موقع پر عیدی برابر تقسیم کریں، یا سفر سے واپسی پر تحفہ دیں تو اس میں برابری کریں۔

ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں

لیکن اگر ماں باپ ضرورت کے مواقع پر اولاد میں سے کسی پر کچھ خرچ کر رہے ہیں، مثلاً بیماری کے موقع پر خرچہ کر رہے ہیں، یا کسی کی تعلیم پر خرچہ کر رہے ہیں، یا مثلاً بیٹا یا بیٹی سفر پر جا رہے ہیں، اور کسی کا سفر چھوٹا ہے اور کسی کا سفر لمبا ہے، ایک کو سفر میں زیادہ پیسوں کی ضرورت ہوگی، اور دوسرے کو کم پیسوں کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح کے ضرورت کے مواقع پر اولاد پر خرچ کرنے میں کمی بیشی کرنے میں کوئی گناہ اور پکڑ نہیں، بلکہ جس اولاد کو جتنی ضرورت ہے، باپ اس کو اتنا دے سکتا ہے۔ لہٰذا حسب ضرورت دینے میں کمی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

زندگی میں تقسیم جائیداد ضروری نہیں

اسی طرح بیٹی کا ایک بہت بڑا حق اور ہے، وہ یہ کہ جب کوئی باپ اپنی زندگی میں اپنا مال و جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا چاہے تو اس سلسلے میں پہلی بات یہ سمجھ لینی چاہئے کہ زندگی میں اپنا مال و جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

زندگی میں جائیداد پر اولاد کا حق نہیں

اسی طرح یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ماں باپ کی صحت والی زندگی میں ان کے مال و جائیداد میں اولاد کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ ماں باپ اپنی جائیداد کے مالک ہیں، ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان تقسیم کریں اور

چاہیں تو تقسیم نہ کریں، اولاد ان سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ جو کچھ آپ نے کمایا ہے، ہمارے درمیان تقسیم کردیجئے اور ہمارا حق ہمیں دیدیجئے۔ یہ مطالبہ اولاد کو نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب زندگی میں اولاد کا حق ہی نہیں ہے تو پھر مطالبہ کیسا؟ کیونکہ ماں باپ کی صحت والی زندگی میں جائیداد پر اولاد کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ اس لئے عرض کردیا کہ بعض اولاد ماں باپ پر اس طرح زیادتی کرتی ہے کہ وہ ماں باپ کو مجبور کرتی ہے کہ آپ کو تو اب اس جائیداد کی ضرورت نہیں آپ کو اس کا کیا کرنا ہے؟ یہ سب ہمارا حق ہے، آپ اپنی زندگی میں اس کو تقسیم کر کے فارغ کردیجئے۔ آپ کے مرنے کے بعد معلوم نہیں کوئی ہمیں دے یا نہ دے، یا آپ کے بعد ہمارے درمیان جھگڑا ہوجائے، اس لئے آپ ہمیں ابھی دے کر فارغ ہوجائیں۔ یاد رکھئے! جب اولاد کو ان کی زندگی میں ان کی جائیداد پر کوئی حق نہیں ہے تو زبردستی تقسیم کرانا اور تقسیم کرنے پر زور دینا کیسے درست ہوگا؟ ماں باپ اس جائیداد کے مالک ہیں، اور تقسیم کرنا یا نہ کرنا ان کی مرضی پر موقوف ہے، ان کے ذمہ تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر وہ اس میں اپنی مصلحت سمجھتے ہیں تو زندگی میں تقسیم کردیں، اگر تقسیم نہ کریں تو بھی ان کو اختیار ہے۔

زندگی میں سب اولاد کو برابر دے

لیکن اگر ماں باپ اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہیں تو اس میں افضل یہ ہے کہ مال و جائیداد میں سے جتنا حصہ ایک بیٹے کو دیں، بیٹی کو بھی اس کے برابر دیں۔ شریعت کا یہ حکم کہ لڑکی کا لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ہے، یہ حکم باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث میں ہے، اور یہ قاعدہ دراصل اصول میراث کا ہے، جس میں لڑکی کو لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ملتا ہے اور میراث کا یہ قاعدہ ماں باپ کے مرنے کے بعد جاری ہوتا ہے۔ زندگی کا قاعدہ یہ ہے

کہ لڑکی کو لڑکے کے برابر دیا جائے، اس لئے کہ دونوں اس کی اولاد ہیں، دونوں ہی اس کا خون ہیں، دونوں ہی اس کی نظروں میں برابر ہیں۔ اس لئے باپ کو چاہئے کہ اپنا مال و جائیداد سب میں برابر تقسیم کرے۔ البتہ بعض علماء نے اس کی گنجائش دی ہے کہ اگر کوئی شخص برابر نہ دینا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ بیٹی کو اتنا دے جتنا میراث میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے، یعنی جتنا لڑکے کو دے رہا ہے اس کا آدھا لڑکی کو دے۔ مثلاً اگر دس لاکھ روپے لڑکے کو دے رہا ہے تو لڑکی کو پانچ لاکھ روپے دے، اس سے کم کرنا باپ کے لئے جائز نہیں۔

نکاح سے بیٹی کا حق ساقط نہیں ہوتا

ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ اول تو بیٹیوں کو زندگی میں مال و جائیداد دیا ہی نہیں جاتا، اگر ان سے کہا جائے کہ تم نے سب کچھ بیٹوں کو دیدیا، بیٹیوں کو کچھ نہ دیا تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے ان کی شادی تو کردی، جو کچھ بیٹی کی شادی کے موقع پر جہیز کی شکل میں دیا ہے اس سے اس کا حق ادا ہو گیا۔ یاد رکھئے! یہ بالکل غلط ہے، جس طرح بیٹی کو جہیز دینے سے بیٹی کا حق میراث ختم نہیں ہوتا، اسی طرح بیٹی کو جہیز دینے سے اس کو اپنے مال و جائیداد سے محروم کرنا بھی درست نہیں۔ جس طرح باپ نے بیٹے کی شادی میں خرچ کیا ہے، اسی طرح بیٹی کی شادی میں بھی خرچ کیا، بلکہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بیٹے کی شادی میں بیٹی کی شادی کے مقابلے میں زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ شادی بیاہ کے خرچ میں بھی برابری کا خیال کرنا چاہئے، جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رقم کی ایک خاص مقدار اپنی مالی حیثیت کے مطابق مقرر کرلیں کہ مجھے ہر بیٹے اور بیٹی کی شادی کے موقع پر اتنی رقم خرچ کرنی ہے۔ پھر اسی مقررہ رقم میں سے بیٹے اور بیٹی کے لئے سامانِ ضرورت خریدے، اور اگر پیسے بچ جائیں تو وہ نقد کی شکل میں ان کو دیدے۔ ایسا نہ کرے کہ ایک بچے کی

شادی پر زیادہ خرچ کردے اور دوسرے کی شادی پر کم خرچ کرے۔ یہ بھی ایک طرح کی ناانصافی ہے، جو شرعاً ناپسندیدہ ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ہم نے بیٹی کی شادی پر سب کچھ اس کو دیدیا، اب اس کا کوئی حق نہیں، زندگی میں بھی اس کا کوئی حق نہیں، اور مرنے کے بعد بھی میراث میں اس کا کوئی حق نہیں، یہ سراسر اس کی حق تلفی ہے، جو جائز نہیں۔ ہمارے دین میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عملی قبضہ ضروری ہے

زندگی میں مال و جائیداد کی تقسیم کے سلسلہ میں ایک بات اور یاد رکھنی چاہئے کہ بعض والدین اپنی زندگی میں اپنی جائیدادیں اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ وہ انہیں اپنے مختلف بیٹوں اور بیٹیوں کے نام کردیتے ہیں۔ مثلاً فلاں مکان اس بیٹے کا، فلاں دکان اس لڑکے کی، فلاں فلیٹ اس بیٹی کا، اور فلاں پلاٹ فلاں لڑکی کا۔ لیکن یہ سب محض زبانی یا تحریری ہوتا ہے، باقاعدہ ہر ایک کا حصہ جدا کر کے عملاً اس کے قبضہ میں نہیں دیا جاتا، بلکہ عام طور پر قبضہ والدین ہی کا رہتا ہے، یا ایک قابل تقسیم جائیداد ایک سے زیادہ اولاد کے نام کردی مثلاً ایک بڑی دوکان یا مکان یا بنگلہ یا پلاٹ دو تین لڑکوں کے نام کردیا، لیکن باقاعدہ تقسیم کر کے ہر ایک کے حصہ پر اس کا عملی قبضہ نہیں کروایا۔ یاد رکھئے! شرعاً اس طرح محض زبانی یا تحریری طور پر دینے اور نام کرنے کا کوئی اعتبار نہیں، اگر اس طرح جائیداد دی گئی تو کوئی اولاد اس کی مالک نہیں بنے گی، بلکہ وہ جائیداد بدستور باپ کی ملکیت میں رہے گی، اور باپ کے مرنے کے بعد شرعی اصول کے مطابق وارثوں کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہوگا۔

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ تقسیم کرے، پہلے اس کے الگ الگ حصے کرے، اور پھر اولاد کا عملی قبضہ کرائے، اور اگر جائیدادیں مختلف ہیں تو کم از کم ان کے کاغذات اور ان کی چابیاں ان کے قبضے میں دیدے، اور باپ

اپنا قبضہ ان پر سے ختم کردے۔ عام طور پر دارالافتاء میں یہ سوال آتے رہتے ہیں کہ باپ نے زندگی میں جائیداد تقسیم کردی، اور ان کے نام بھی کردی، لیکن عملی قبضہ بالکل نہیں کروایا۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری تقسیم بیکار ہے، اس لئے کہ شرعاً کوئی جائیداد محض کسی کے نام کرنے سے وہ اس کا مالک نہیں بن جاتا اور جب مالک نہیں بنتا تو باپ کے مرنے کے بعد شریعت کے مطابق دوبارہ اس کی تقسیم ضروری ہوگی۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہو تو پہلے کسی مفتی سے اس کا مفصل طریقۂ کار معلوم کرے اور پھر اس کے مطابق تقسیم کرے، تاکہ اس کی یہ تقسیم شرعاً معتبر ہوجائے۔

یہ بیٹی پر ظلم ہے

بہرحال، بیٹی کو کم دینا یا بالکل نہ دینا شرعاً ظلم ہے اور ناجائز ہے۔

حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ﴾

یعنی جس شخص نے اپنے وارث کی میراث کو ختم کیا تو اللہ تعالیٰ جنّت میں سے اس کا حصّہ ختم کردیں گے۔ بہرحال، یہ ساری ناانصافی دراصل اس جاہلانہ تصوّر کی بنیاد پر ہے جو زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی ہے، جیسے کفّار عرب لڑکی کو کسی قابل نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ تو اس کو زندگی کا حق بھی نہیں دیتے تھے، اسی کا تھوڑا سا اثر مسلمانوں کے اندر باقی ہے کہ وہ بیٹی کو میراث سے محروم کردیتے ہیں، اور زندگی میں بھی مال و جائیداد کی تقسیم کرتے وقت اس کو محروم کردیتے ہیں، اور رسمی طور پر شادی بیاہ میں برائے نام اس کو کچھ دیکر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کا حق ادا کردیا، اب باقی مال و جائیداد سے ان کا کوئی تعلّق نہیں، وہ صرف لڑکوں کے لئے ہے۔ مسلمانوں کا یہ طرز عمل درست نہیں۔ بلکہ زندگی میں بیٹی اور بیٹے کا حق برابر ہے،

لہٰذا ان کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے، ناانصافی کر کے گناہگار نہ ہونا چاہئے۔

البتہ جیسے اوپر عرض کیا کہ ضرورت کے مواقع پر کمی بیشی کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے کوئی بیٹی بہت محتاج اور فقیر ہے، اس کو مکان کی زیادہ ضرورت ہے، جبکہ بیٹا مالدار ہے، اس کے پاس ہر چیز موجود ہے۔ اس لئے اگر وہ بیٹی کو بیٹے سے کچھ زیادہ دے دے تو چونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے دینا ہے، اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر سب ضرورت مند ہیں، اور مالی اعتبار سے سب برابر ہیں تو پھر برابر ہی دینا چاہئے، کمی بیشی نہیں کرنی چاہئے۔

خلاصہ: دو باتیں

پورے بیان کا خلاصہ دو باتیں ہوئیں: پہلی بات یہ ہے کہ بچی کی پیدائش پر غم و غصہ اور نفرت کا اظہار ناجائز ہے، یہ ہرگز اسلامی طریقہ نہیں ہے، اسلام نے اس کی مذمت کی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے اس کو باطل قرار دیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے، اور جب کسی کے گھر بچی پیدا ہو تو وہ اس کی پیدائش پر ایسی ہی مسرت کا اظہار کرے، جس طرح وہ بیٹے کی پیدائش پر اظہارِ مسرت کرتا ہے، البتہ دل دل میں بیٹے کی پیدائش کی زیادہ خوشی محسوس ہونا مذموم نہیں، یہ فطری بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی پرورش پر جو فضائل اور اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے، اس پر یقین رکھے، اور اس پر مطمئن رہے، اور یہ سوچے کہ یہ ایک بچی بھی میرے لئے جنت میں جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے، اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ لہٰذا نہایت خوش دلی کے ساتھ جس طرح بیٹوں کی پرورش کرتا ہے، اسی طرح بیٹیوں کی بھی پرورش کرے۔

بیٹا ہونے کا تعویذ

آخر میں بطور تتمہ ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بعض لوگوں کے یہاں صرف بیٹیاں ہی بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں، اور ان کو بیٹے کی خواہش ہوتی ہے، اور جن کے یہاں بیٹیاں ہوتی ہیں، ان کو ان کے رشتوں کی فکر بھی ہوتی ہے، جو ایک فطری بات ہے۔ شریعت اس سے انکار نہیں کرتی۔ اس لئے تدبیر کے درجے میں ایک عرض ہے کہ اگر کسی کے یہاں بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں، اور اس کے یہاں بیٹا نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں ایک عمل لکھا ہے، وہ یہ کہ سورۂ یوسف کو کسی کاغذ پر باریک باریک اس طرح لکھے کہ اس کے حروف نہ مٹیں اور پھر اس کو موم جامہ کر کے کوئی خاتون اپنے پیٹ پر باندھ لے، جب تک وہ تعویذ اس کے پیٹ پر بندھا رہے گا، انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔ بعض دوستوں نے اس کا تجربہ کر کے بتایا کہ ہم نے اس کو درست پایا۔

دوسرا عمل

ایک اور عمل مجھے اپنے بزرگوں سے حاصل ہوا ہے۔ وہ یہ کہ جب کسی کی بیوی امید سے ہو، اور اس کی یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بیٹا عطا فرمادے تو وہ عورت اپنی شہادت کی انگلی کو اپنی ناف کے اردگرد گھمائے اور اکتالیس مرتبہ "یَامَتِیْنُ" پڑھے، اور پڑھنے کے بعد یہ کہے کہ یا اللہ! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے، میں نے اس کا نام آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر "محمد" رکھ دیا۔ اس عمل کی یہ برکت ہے کہ اس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے کیونکہ "محمد" نام کا لڑکا ہی ہو سکتا ہے، لڑکی نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ سب تدبیریں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی کو ان تدابیر کے اختیار کرنے کے باوجود لڑکی عطا فرمادیں، اور کتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو ان تدبیروں کے بغیر لڑکا عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ تدابیر ایسی ہیں جیسے دوا، کہ ایک ہی دوا

ایک وقت میں کام کرتی ہے اور دوسرے وقت میں کام نہیں کرتی۔ دو مریض ہیں اور ان دونوں کو ایک ہی بیماری ہے، ایک دوا سے اس کو صحت حاصل ہو رہی ہے، اور دوسرے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ لہٰذا جس طرح دواؤں کے اثرات ہیں، ان تدابیر کے اندر بھی اثرات ہیں، وہ اثرات دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے محتاج ہیں۔ اب آدمی کا کام ہے کہ دوا بھی کرے، تدابیر بھی اختیار کرے، اور اس کے ساتھ دعا بھی کرے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اس پر راضی رہے۔ اسی کا نام عبدیت اور بندگی ہے۔

رشتے کے لئے مجرّب عمل

اسی طرح آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سے ماں باپ بچوں کے رشتوں کے سلسلے میں پریشانی کا شکار ہیں۔ اس کے بارے میں بھی بزرگوں سے ایک مجرب عمل منقول ہے، وہ یہ کہ جس لڑکے یا لڑکی کا رشتہ نہ ہوتا ہو، وہ روزانہ ایک مرتبہ سورۂ مریم پڑھ لیا کرے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرلیا کرے کہ یا اللہ! اپنے فضل سے مجھے نیک رشتہ عطا فرما۔ چالیس دن تک یہ عمل کرلے تو انشاء اللہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے رشتہ عطا فرما دیتے ہیں، اور اگر چالیس دن تک یہ عمل کرنے کے بعد بھی رشتہ نہ ہو تو پھر دوسرا چلّہ شروع کردے۔ اگر اس میں بھی کام نہ ہو تو تیسرا چلّہ شروع کردے۔ تین چار چلّوں کے بعد انشاء اللہ ضرور رشتہ طے ہوجائے گا۔ تاہم جب تک مقصد پورا نہ ہو یہ عمل جاری رکھے۔ بہت سے حضرات نے اس کا بھی تجربہ کر کے بتایا کہ انہوں نے اس عمل کو مجرّب پایا ہے۔

سب سے بڑا اور اصل وظیفہ تو دعا ہے، بس جس کی نرینہ اولاد نہ ہوتی ہو، وہ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ اگر بچوں کے رشتے نہ آتے ہوں تو وہ تنہائی میں دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر گڑگڑا کر دعا کرے، اور اس اہم کام کے لئے اس کا

معمول بنالے، انشاء اللہ ضرور رشتے ہوجائیں گے۔ تاہم یہ سب کام تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو کام جس وقت کے لئے اور جہاں مقرر کردیا ہے، اس کے مطابق وہ کام ہوتا ہے۔ لہٰذا دعا کرتا رہے، اور تقدیر پر ایمان کو تازہ کرتا رہے، اس سے آدمی کی پریشانی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جائز تدبیر اختیار کرے، دعا کرے اور تقدیر کو یاد کرے، اور اس پر راضی رہے، اور تاخیر میں یا رشتہ وغیرہ نہ ہونے میں یہ سمجھے کہ میرے لئے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو سُنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین